

توحید کی دعوت، انبیاء کا مشن

مجتبیٰ فاروق^۰

اللہ تعالیٰ نے بندوں تک اپنی وحدانیت اور اپنی بندگی کی طرف دعوت دینے کے لیے انبیا کرامؑ کو مبعوث فرمایا، جن کی بعثت ہر زمانے میں ہوتی رہی ہے۔ جب بھی دنیا میں نظام حق و عدل درہم برہم ہو جاتا اور زمین فساد کا گہوارہ بن جاتی اور کفر و شرک اور جہالت عروج پر پہنچ جاتے، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آ جاتی اور اپنے خاص، مقرب اور منتخب بندوں کو دنیا سے نکال کے اللہ کی وحدانیت کی طرف مبعوث فرماتا، تاکہ نوح انسانیت کو طاعوت کی بندگی اور کفر و شرک سے نکال کے اللہ کی وحدانیت اور اس کی بندگی کی طرف دعوت دے۔ یہ وہ بنیادی کام ہے جسے حضرت آدمؑ سے نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیا کرامؑ نے اپنا مشن بنایا۔ ہر پیغمبرؑ نے اللہ کی بندگی، اصلاح عقیدہ اور تمام عبادتوں کو اللہ کے لیے خالص کرنے اور شرک سے اجتناب کرنے کو اپنی دعوت کا مرکز و محور قرار دیا۔

اسی لیے قرآن نے بت پرستی اور شرک کا نہ رسوم کو اقوام کے زوال و ہلاکت کا سبب سے بڑا سبب قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس نے متعدد مقامات پر بتایا ہے کہ جن قوموں پر عذاب نازل ہوا ان میں پہلے نبی بھیجے گئے جنہوں نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی لیکن کفار و مشرکین نے ان نبیوں کا مذاق اڑایا، ان کی تکذیب کی اور اپنی بت پرستی پر بدستور قائم رہے۔

حضرت نوحؑ اور ان کی قوم

حضرت نوحؑ اور ان کی قوم کا قرآن میں ۴۳ مقامات پر ذکر آیا ہے۔ حضرت نوحؑ کی

دعوت و تبلیغ اس سرزمین سے وابستہ تھی جو دجلہ اور فرات کے درمیان واقع ہے اور یہ دونوں دریا آرمینیا کے پہاڑوں سے نکلنے ہیں اور جدا جدا بہہ کر عراق کے حصے زیری میں آکر ملتے اور خلیج فارس میں جا گرتے ہیں۔ وہیں اراراطہ کا پہاڑی سلسلہ ہے جس کی ایک چوٹی جو دی پرکشتی نوحؑ اترنے کے بارے میں روایات ہیں۔^۱ حضرت نوحؑ ایک اولوالعزم پیغمبر تھے۔ انھوں نے اپنی قوم میں ۹۵۰ سال تک دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ ان کی دعوت میں توحید کو بنیادی ترجیح حاصل تھی۔ حضرت نوحؑ کی قوم کفر و شرک کے اندھیروں میں بھٹک رہی تھی۔ اس فساد سے دور رہنے کے لیے حضرت نوحؑ اپنی قوم کو دن رات، اٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے سمجھاتے رہے۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

بَعَثَ اللَّهُ تَعَالَى لَنَا عَبْدَتِ الْأَصْنَامِ وَالظُّلْمِ الْغَيْبِ وَشَرَعَ النَّاسِ فِي الضَّلَالَةِ
وَالْكُفْرِ فَبَعَثَهُ اللَّهُ رَحْمَةً لِّلْعِبَادِ فَكَانَ أَوَّلَ رَسُولٍ بُعِثَ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ^۲

اللہ تعالیٰ نے انھیں اس لیے مبعوث فرمایا کیونکہ لوگ بت پرستی اور طاغوت کی پرستش کرنے لگے اور لوگوں نے کفر و ضلالت کو ہی اپنا دین بنا لیا اور اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کو لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ اس لحاظ سے وہ پہلے نبی ہیں۔ حضرت نوحؑ کی دعوت کا مرکز و محور توحید تھا۔ انھوں نے اپنی قوم کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانے کی طرف دعوت دی۔ یہ ان کی دعوت کا سب سے بنیادی نکتہ تھا۔ قرآن مجید میں اس تعلق سے ارشاد ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ
إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ (الاعراف: ۷۵-۷۶) ہم نے نوحؑ کو
کنعان کی قوم کی طرف بھیجا تو انھوں نے ان سے فرمایا: اے میری قوم! تم اللہ کی
عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود ہونے کے قابل نہیں۔ مجھ کو تمہارے لیے
ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

ایک اور موقع پر حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو دعوت توحید سے انکار کرنے اور اللہ کی
بندگی نہ کرنے پر دردناک عذاب کی وعید سنائی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ لِيُنذِرَهُمْ لِيَوْمِهِمْ أَن لَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ
إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ۝ (ہود: ۲۵-۲۶) ہم نے نوحؑ کو

اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ میں تمہیں صاف صاف ہوشیار کر دینے والا ہوں کہ تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو۔ مجھے تو تم پر دردناک دن کے عذاب کا خوف ہے۔ اور ایک جگہ اس کی تفصیل یوں ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
 قَالَ يَقَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ○ أِنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُوا
 (نوح ۷۱: ۱-۳) ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم طرف مبعوث فرمایا کہ اپنی قوم کو ڈرادو کہ اس سے پہلے کہ ان کے پاس دردناک عذاب آجائے۔ نوحؑ نے کہا: اے میری قوم میں تمہیں صاف صاف ڈرانے والا ہوں کہ تم اللہ کی عبادت کرو۔ اسی سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ یعنی تمام معبودانِ باطلہ کی راہ سے منہ موڑ کر صرف اللہ کی بندگی اختیار کرو اور اس کے ساتھ ساتھ میری اطاعت کرو۔ اسی میں تمہاری نجات اور خیر خواہی پنہاں ہے۔

حضرت بودا اور قوم عاد

عادا کا مرکزی مقام ارضِ احقاف ہے۔ یہ حضرموت کے شمال میں اس طرح واقع ہے کہ اس کے شرق میں عمان ہے اور شمال میں ربلع الخیال۔ آج یہاں ریت کے ٹیلوں کے سوا کچھ نہیں ہے اور بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ ان کی آبادی عرب کے سب سے بہترین حصہ حضرموت اور یمن میں خلیج فارس کے سواحل سے حدود عراق تک وسیع تھی۔^۳ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو ہر قسم کی خوش حالی اور متاعِ نعمتوں سے نوازا تھا۔ مزید یہ کہ زمین کو زراعت کے قابل بنایا، چٹانوں سے محلات اور گھر تعمیر کرنے کا ہنر عطا کیا اور جسمانی طاقت سے بھی سرفراز فرمایا تھا لیکن اس کے باوجود یہ قوم بت پرستی میں غرق ہو چکی تھی۔ اس قوم نے ڈھٹائی کے ساتھ اللہ اور اس کے رسولؐ سے بغاوت کر دی۔

حضرت ہودؑ کی دعوت، دعوت توحید ہی تھی۔ انھوں نے اپنی قوم کو اللہ کی بندگی اختیار کرنے اور شرک سے اجتناب برتنے کے لیے ہر ممکن طریقے سے منوانے کی کوشش کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ط قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنِّ إِلَهٍ غَيْرُهُ ط أَفَلَا تَتَّقُونَ ○ (اعراف ۷۶: ۶۵) اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا۔ اس نے کہا: اے برادرانِ قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی الہ نہیں۔ پھر

کہا: تم غلط رویے سے پرہیز نہ کرو گے؟

ایک اور موقع پر حضرت ہوڈ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اللہ تعالیٰ سے رُوگردانی کر کے اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرا کر اس پر کیوں جھوٹ باندھ رہے ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ ۚ إِن أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ۝
(ہود: ۱۱: ۵۰) اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔
تم تو صریح بہتان باندھ رہے ہو۔

قوم عادی سرکشی اور رُوگردانی حد سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔ انھوں نے حضرت ہوڈ اور ان کی دعوت کا کھلے عام تمسخر اڑانا شروع کیا۔ چنانچہ وہ انتہائی ڈھٹائی اور تکبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت ہوڈ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ:

مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي آلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ۝
(ہود: ۱۱: ۵۳) اے ہوڈ! تو ہمارے پاس کوئی صریح شہادت لے کر کیوں نہیں آیا ہے اور تیرے کہنے سے ہم اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے اور تجھ پر ہم ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

یہ جواب سن کر حضرت ہوڈ نے بے حد دکھ اور ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

إِنِّي أَشْهَدُ اللَّهَ وَآلِهَهُدَا أَلِيَّ بَرِيٍّ مِّمَّا تَكْفُرُ كُفُونًا ۝ (ہود: ۱۱: ۵۴) اور تم گواہ رہو یہ جو اللہ کے سوا دوسروں کو تم نے اُلُوہیت میں شریک ٹھہرا رکھا ہے اس سے میں بے زار ہوں۔

حضرت صالح اور قوم ثمود

قوم ثمود اپنے زمانے کی ایک طاقت ور قوم (super power) تھی۔ اس کا رہائشی علاقہ حجاز اور شام کے درمیان حجر کا علاقہ ہے، جسے 'مدین صالح' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ علاقہ خلیج عقبہ کے مشرق میں واقع شہر مدین کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔^۴ قوم ثمود ایک خوش حال اور طاقت ور قوم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو زمین کے ایک بڑے علاقے کی قیادت و سیادت عطا کی تھی اور سرسبز و شاداب باغات اور چشموں سے بھی خوب نوازا تھا، لیکن ان عنایتوں کے باوجود اس قوم میں بت پرستی نمایاں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر رحمت نازل کر کے حضرت صالح کو اللہ کی وحدانیت

کا اقرار اور اس کی عبادت کرنے کے لیے مبعوث فرمایا۔ حضرت صالحؑ نے بھی دیگر انبیاء کرامؑ کی طرح اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی لیکن اس قوم نے اللہ کے یکتا ہونے اور اس کی بندگی کرنے سے صاف انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس منظر کو یوں بیان کیا ہے:

وَإِلَىٰ ثَمُودَ آخَاهُمْ ضَلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ هُوَ أَنشَأَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوا لَهُ ثُمَّ تَوْبُوا إِلَيْهِ ط
(ہود: ۶۱) اور ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالحؑ کو بھیجا۔ اس نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی ہے جس نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے اور یہاں تم کو بسایا ہے۔ لہذا تم اس سے معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ ثَمُودَ آخَاهُمْ ضَلِحًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ فَإِذَا هُمْ فِرَقِيبٍ
يَخْتَصِمُونَ ○ (النمل: ۲۷: ۴۵) ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالحؑ کو بھیجا کہ تم سب اللہ کی عبادت کرو۔ پھر بھی وہ دو فریق بن کر آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔

حضرت ابراہیمؑ اور ان کی قوم

حضرت ابراہیمؑ کا تذکرہ قرآن مجید میں ۶۹ مرتبہ آیا ہے۔ آپؑ کو ظلیل اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ سرزمین حجاز انہی کی اولاد نے بسائی اور دعوت و تبلیغ کا مرکز بنایا۔ حضرت ابراہیمؑ عالم انسانیت کے ایک عظیم داعی گزرے ہیں۔ دنیاے انسانیت کو شرک و بت پرستی سے مقابلہ کرنے اور اللہ کی وحدانیت اور اس کی بندگی کی طرف بلانا آپ کی دعوت کا نمایاں پہلو تھا۔

● باپ کو دعوت توحید: حضرت ابراہیمؑ کا والد شرک و بت پرستی کا سب سے بڑا علم بردار تھا۔ اس کی بت پرستی کا عالم یہ تھا کہ پوری قوم میں اس کی مثال دی جاتی تھی۔ اسی لیے حضرت ابراہیمؑ سب سے پہلے اپنے باپ سے مخاطب ہوئے:

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا
(مریم: ۱۹: ۴۲) یاد کرو وہ وقت جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان آپ ان کی پوجا پاٹ کیوں کر رہے ہیں جو نہ سہیں نہ دیکھیں اور نہ آپ کو کچھ فائدہ پہنچا سکیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے نہایت شفقت اور ادب و احترام کے تمام تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے باپ کو توحید کی دعوت دی۔ حضرت ابراہیمؑ کو اس کا انجام معلوم تھا اور انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ اس دعوت کو پیش کر کے سنگسار یا جلا وطن بھی ہونا پڑ سکتا ہے، لیکن انھوں نے کسی خوف یا دھمکی کی پروا نہیں کی بلکہ اپنے مشرک باپ کو اعتماد کے ساتھ معبودان باطل سے کنارہ کشی اختیار کرنے اور صرف ایک معبود برحق کی بندگی اختیار کرنے کو کہا۔

● قوم کو دعوتِ توحید: اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ اپنی قوم سے مخاطب ہوئے۔
قرآن مجید میں اس کا تذکرہ اس طرح ہے:

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ۖ قَالُوا نَعْبُدُ آبَاءَنَا مَا فَنَنْظِلُ لَهَا عَكْفِيقِينَ ۖ
(الشعراء: ۲۶، ۲۷-۲۸) اور انھیں ابراہیمؑ کا واقعہ بھی سنا دو، جب کہ انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ ہم تو برابر ان کے مجاور بنے بیٹھے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ اپنی قوم کو کئی سال تک توحید کی دعوت دیتے رہے اور انھیں اللہ کی بندگی اختیار کرنے پر مائل کرتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بت پرستی کے انجام بد سے بھی باخبر کرتے رہے اور وہ صاف صاف ان سے کہتے کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ ہرگز بھی اس قابل نہیں۔

حضرت یعقوبؑ کا اپنی اولاد کو دعوتِ توحید

حضرت یعقوبؑ پیغمبرانہ قوم سے تعلق رکھتے تھے اور ایک برگزیدہ پیغمبر تھے۔ ان کے والد کا نام حضرت اسحاقؑ اور ان کے دادا کا نام ابوالانبیا حضرت ابراہیمؑ تھا۔ حضرت یعقوبؑ کو اللہ تعالیٰ نے کنعان کی طرف بھیجا تھا۔ قرآن مجید میں ان کا تذکرہ دس جگہ وارد ہے۔ حضرت یعقوبؑ نے اپنی پوری زندگی دعوتِ دین کی راہ میں گزار دی۔ جب حضرت یعقوبؑ بستر مرگ پر تھے اور بچنے کی امید نہ تھی تو اس وقت انھوں نے اپنی اولاد کو جمع کر کے وصیت کی جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رہتی دنیا تک کے لیے محفوظ رکھا ہے۔ قرآن مجید میں اس کا تذکرہ یوں ہے کہ جب حضرت یعقوبؑ اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو انھوں نے مرتے وقت اپنے بیٹوں سے پوچھا: مَا تَعْبُدُونَ مِنَ مَعْبُودَاتِي؟ (البقرہ ۲: ۱۳۳) ”میرے بچو! میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟“

ان سب نے جواب دیا:

قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَإِلَهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهًُا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ○ (البقرہ ۲: ۱۳۳) سب ایک خدا کی بندگی کریں گے جسے آپ نے اور آپ کے بزرگوں ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحاقؑ نے خدا مانا ہے اور ہم اس کے مسلم ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی اس کی توضیح کرتے ہیں: ”ایک شفیق و مہربان باپ، جو خدا کا ایک پیغمبر بھی ہے، اپنی اولاد سے جو عہد و اقرار اپنے بالکل آخری لمحات زندگی میں لیتا ہے، اس کے اور اس کی اولاد کے درمیان سب سے زیادہ اہمیت رکھنے والا واقعہ وہی عہد و اقرار ہو سکتا ہے، اور باوفا اولاد کا یہ سب سے بڑا اور سب سے مقدس فرض ہے کہ وہ ہر طرح کے حالات کے اندر اس عہد کو نبھائے۔“^۵

حضرت یوسفؑ کا زندان کے ساتھیوں کو دعوت توحید

حضرت یوسفؑ کا تذکرہ قرآن مجید میں ۳۶ مرتبہ آیا ہے اور ان کے نام پر قرآن مجید میں ایک پوری سورت موجود ہے جس میں تفصیل سے حضرت یوسفؑ کی زندگی اور ان کے دعوتی سفر کی روداد موجود ہے۔ حضرت یوسفؑ کے واقعے میں عظیم عبرتیں، نصائح اور بے نظیر بصیرتیں پنہاں ہیں۔ ان کا ایک واقعہ زندان کے ساتھیوں کو دعوت توحید ہے۔ جب حکومت وقت نے انھیں قید خانے میں ڈال دیا تو وہاں انھوں نے اپنے دو ساتھیوں کو جو ایک طویل عرصے سے جیل میں مقید چلے آ رہے تھے، دعوت توحید دی اور انھیں معبود برحق اور اس کے خالق ہونے کے متعلق تفکر و تدبر کرنے اور عقل سے کام لینے پر ابھارا۔ قرآن مجید میں اس کی تفصیل یوں ہے:

يٰصَاحِبِ السِّجْنِ اٰزْبَابُ مُتَّفِقٍ قُوْنْ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمْوهَا اَنْتُمْ وَاَبَاؤُكُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ سَمٰوٰتٍ ط
 اِنَّ الْحُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ ط اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ ط (يوسف ۱۲: ۳۹-۴۰) اے
 میرے قید خانے کے ساتھیو! تم خود ہی سوچو کہ بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟ اس کو چھوڑ کر تم جن کی بندگی کر رہے ہو وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے رکھ لیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کی کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ فرماں روائی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اُس کا حکم ہے کہ

خود اُس کے سوا تم کسی کی بندگی نہ کرو۔

اس واقعے سے پتا چلتا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے دعوت توحید کے ضمن میں کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا بلکہ وہ اس کے لیے ہر وقت مواقع نکالتے رہتے تھے۔

حضرت شعیبؑ اور اہل مدین

حضرت شعیبؑ کو اللہ تعالیٰ نے مدین کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ مدین حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے یا پوتے کا نام تھا۔ پھر انھی کی نسل پر قبیلے کا نام مدین پڑ گیا۔ مدین کا قبیلہ بحیرہ قلمزم کے مشرقی ساحل کے ساتھ عرب کے شمال مغرب اور خلیج عقبہ کے مشرقی ساحل پر اسی نام کی بستی کے آس پاس آباد تھا۔ یہ جگہ شام کے (اردن) کے متصل حجاز کی آخری حد تھی۔ مدین کا علاقہ تبوک کے بالمقابل واقع ہے۔^۱ اسی قوم کو دعوت توحید اور دین حق کی آواز پہلی مرتبہ حضرت شعیبؑ کے ذریعے سے دی گئی تھی۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اس قوم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: شعیبؑ کے ظہور کے وقت ان کی حالت ایک بگڑی ہوئی مسلمان قوم کی تھی جیسی ظہور موسیٰؑ کے وقت بنی اسرائیل کی حالت تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد چھ سات سو برس تک مشرک اور بد اخلاق قوموں کے درمیان رہتے ہوئے یہ لوگ مشرک بھی سیکھ گئے تھے اور بد خلقیوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔^۲ حضرت شعیبؑ کی قوم میں بت پرستی کے علاوہ دوسری اخلاقی برائیاں بھی در آئی تھیں، مثلاً ناپ تول میں کمی، معاملات میں بگاڑ اور ڈاکا زنی وغیرہ۔ حضرت شعیبؑ نے اس قوم کو اللہ کی وحدانیت اور اس کی بندگی کی طرف دعوت دینے اور آخرت پر یقین رکھنے کے ساتھ ساتھ ان اخلاقی برائیوں سے اجتناب کرنے کے لیے بھی کہا۔ قرآن مجید میں اس کا قصہ یوں ہے:

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا تَعْبُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ (العنكبوت ۲۹:۳۶) اور مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔ انھوں نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اور قیامت کے دن کی توقع رکھو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔

دوسری جگہ اس کی وضاحت یوں ہے:

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۖ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنَ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ ط

قَدْ جَاءَكُمْ بُيُوتٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ط ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ○ (الاعراف: ۷: ۸۵) اور مدین والوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔ اس نے کہا: اے برادران قوم، اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے۔ تمہارے رب کی طرف سے صاف رہنمائی آئی ہے لہذا وزن اور پیمانے پورے کرو، لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھٹا کر نہ دو، اور زمین میں فساد نہ کرو۔ اس میں تمہاری بھلائی ہے اگر تم سچے مومن ہو۔

گویا کہ اس قوم میں دو بڑی اخلاقی خرابیاں پائی جاتی تھیں۔ ایک اللہ کی وحدانیت کا اقرار نہ کرنا اور اس کی بندگی سے منہ موڑنا اور دوسری تجارتی معاملات میں بددیانتی اور فریب کاری جنہیں حضرت شعیبؑ نے اولین فرصت میں مخاطب کیا تھا۔

حضرت موسیٰ اور فرعون

قرآن مجید میں انبیا کرامؑ میں سے سب سے زیادہ تذکرہ حضرت موسیٰؑ کا ۱۳۶ مرتبہ ہوا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی پرورش نہایت ہی متکبر اور دنیا کے سب سے بڑے مشرک، کافر اور ظلم و طغیان کے سب سے بڑے علم بردار فرعون کے گھر میں ہوئی۔ فرعون نے ظلم و استبداد اور سرکشی میں ایسی مثال قائم کر دی جس سے انسانیت آج بھی شرمسار ہے۔ اس نے زمین میں ہر طرف فساد پھیلا دیا تھا اور اس کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ اس نے آتَا رَبُّكُمْ الْأَعْلَىٰ (النازعات: ۷۹: ۲۴) کا دعویٰ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون کے پاس بھیجا تا کہ اس سے غرور و تکبر اور اس کے دعوے ر بوبیت کا پُر زور دلائل سے توڑ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِذْ هَبْنَا إِبْرَاهِيمَ النَّازِعَاتِ ○ فَقُلْ هَلْ لَّكَ إِلَٰهٌ إِلَّا أَنَا تَزُولُ ○ (النازعات: ۷۹: ۱۷-۱۸) تم فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے اور اس سے کہو کیا تو اس کے لیے تیار ہے کہ پاکیزگی اختیار کر۔

خاتم النبیین حضرت محمدؐ کی دعوت

اللہ کے آخری رسولؐ کی دعوت عالم گیر اور ہمہ گیر ہے۔ سابق انبیاء کے کرامؑ کی دعوت

اپنی اپنی قوم اور علاقے تک محدود ہوتی تھی، جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ہے۔ آپ کی دعوت توحید کے بارے میں کہا گیا ہے:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ﴿۱۵۸﴾ اے محمد! کہہ دو، اے انسانو! میں تم سب کی طرف اس الہ واحد
کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے۔ اس کے سوا کوئی الہ نہیں
ہے۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے
بھیجے ہوئے نبی اُمتی پر۔

جب یہ آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ نازل ہوئی تو اللہ کے رسول کو ہ صفا پر چڑھ گئے اور
یا صباہ کہہ کر پکارنے لگے (یہ کلمہ عرب کی سرزمین پر اس وقت بولا جاتا تھا جب دشمن اچانک حملہ
اور غارت گری کر دے۔ اس پکار کے ذریعے سے قوم کو خبردار کیا جاتا تھا)۔ یہ پکار سن کر جب
قریش کے لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ
کے عقب میں دشمن کا ایک لشکر موجود ہے جو تم پر حملہ آور ہوا چاہتا ہے، کیا تم یقین کر لو گے؟ سب
نے کہا: ہاں، یقیناً ہم تصدیق کریں گے کیوں کہ آپ کو ہمیشہ سے ہم نے سچ بولتے ہوئے دیکھا
ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے اللہ نے نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ میں تمہیں ایک سخت عذاب سے ڈراتا
ہوں۔ آپ نے سبھی قبیلوں کا نام لے کر صدا لگائی:

اے بنی کعب، اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ، اے بنو مرہ بن کعب، اپنے آپ کو دوزخ
سے بچاؤ، اے بنو عبد شمس، اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ، اے عبد المطلب، اپنے آپ
کو دوزخ سے بچاؤ۔ میں اللہ کے ہاں تمہارے کوئی کام نہیں آسکوں گا۔^۸ دوسری
روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ ”موت کے بعد تمہیں خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے، پس
تم شرک سے باز آ جاؤ“۔

خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ جو بات سب سے اہم ہو اس کو انسان اپنے قریبی ساتھی، دوست،
اور رشتہ دار کو باخبر کرے۔ اس خیر خواہی کی بنیاد پر اللہ کے رسول نے سب سے پہلے اپنے

رشتہ داروں کو اللہ کی بندگی اختیار کرنے کی دعوت دی۔ کیونکہ تعلق خاطر اور رشتہ داری کی بنیاد پر وہ اس کے زیادہ مستحق تھے کہ ان تک دعوت حق پہنچائی جائے۔ کسی بڑے مشن اور تحریک کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کے داعیوں اور علم برداروں کو ایسے افراد مل جائیں جو ان کے مشن اور تحریک کو آگے بڑھانے میں مدد و معاون ثابت ہوں۔ اسی لیے اللہ کی مشیت کے مطابق اس کے رسولؐ نے سب سے پہلے اپنے خاندان اور رشتہ داروں کو توحید کی دعوت دی۔

اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کا آغاز عقیدہ توحید، اللہ کی خالص بندگی اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے سے کیا تھا۔ آپؐ کو اللہ کی طرف سے یہ حکم ملا کہ:

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ○ (الزمر ۳۹:۲)
(اے نبی!) یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف برحق نازل کی ہے لہذا تم اللہ ہی کی بندگی کرو
دین کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے۔

دوسری آیت میں یہ ارشاد ہے:

قُلْ إِنَّ أَوْلَىٰ لِغِيٍّ أَنْ أُعْبِدَ اللَّهُ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ○ (الزمر ۳۹:۱۱) (اے نبی!) کہو مجھے حکم دیا گیا ہے کہ دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اُس کی بندگی کروں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ۲۳ سالہ دعوتی سفر میں ہر فرد اور ہر قبیلے تک اللہ کا پیغام پہنچایا اور آپؐ کی دعوت کا موضوع زیادہ تر عقیدہ توحید، اللہ کی خالص بندگی اور طاغوت سے بے زاری کی طرف تھا۔ مثلاً آپؐ نے ایک قبیلے کو دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

يَا بَنِي قُلَانِ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ إِلَيْكُمْ يَا مَعْرُكُمُ أَنْ تَعْبُدُوا وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا
وَأَنْ تَخْلُقُوا مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ ○ اے بنی قلاں، میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوں رسول۔ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمام معبودوں کو چھوڑ دو۔

ابن اسحاق نے طارق کی روایت نقل کی ہے کہ طارق بن عبد اللہؓ نے کہا میں نے رسول اللہؐ کو ذوالحجاز کے قبیلے میں دیکھا، جب کہ میں خرید و فروخت کے سلسلے میں وہاں گیا تھا۔ نبی کریمؐ ہمارے سامنے سے گزرے۔ میں نے آپؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو،